OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

تجدید احیاء دین اور اصلاح معاشرہ (تعلیمات شیخ احمد فاروقی رحؒ کی روشنی میں)

Revival of Religion and reform of Society teaching in the light of Shaikh Ahmed Farooqi

Hafeezullah Talpur
Associate Professor of Islamic Studies M.H.K Government Boys College Tandojan Muhammad.

Received on: 24-07-2022 Accepted on: 28-08-2022

Abstract

The purpose of this article is to present an analysis of the renewal of Religion and reform of society by Shaikh Ahmed Farooqi Followers inspires the Muslims of present world, pursue the path of truth, welfare and justice. Propagation of religion and reformation of Muslims in these virtues and perfection Shaikh Ahmed Farooqi will look is best every class at the same time he was composite of all qualities on this basis the crown of the renewal Al. Sani was placed on his head. When we look at their living condition it becomes clear that he performed renewal fees in all fields of religion. such comprehensiveness and unity is not seen anywhere. on the basis of all Muslims saints agree on Shaikh Ahmed Farooqi reformation, and everywhere has acknowledged your renewal achievements and greatness, shaikh Ahmed Farooqi reformed the society through love, equality of status, Sufism, welfare and fraternity. All the problems of the society can be solved in the light of Shaikh Ahmed Farooqi even in modern world so God willing our society will become a curdle peace and triangulation

Keywords: Renewal, Reforms, Society, Welfare.

تعارف:

محبت الٰہی ولایت، زہد و تقویٰ، جہاد و مجاہدات، تبلیغ دین واصلاح مسلمین ان سارے فضائل و کمالات میں اولیاءاللہ کو منظر تحقیق دیکھیں گے تو حضرت مجدد الف ثانی اعلیٰ نظر آئیں گے۔ جب ہم اُن کے حالات زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو صاف طور پر نظر آتا ہے کہ دین کے کسی خاص شعبے میں انہوں نے جو اصلاحی کارنامے انجام دیئے ایسی جامعیت اور ہم گیری کہیں بھی نظر نہیں آتی جو حضرت مجدد کی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں، عجیب اتفاق یہ ہے کہ حضرت مجدد کے مجدد ہونے پر سب اکابراہت اور علماء واہل نظر تحقیق ہیں کسی دوسری شخصیت کو آپ کے مدِمقابل لایا نہیں گیا اور کیسے لایا جاسکتا تھا جب کہ ایسے فضائل و کمالات کسی دوسری شخصیت میں دیکھی نہ گئی۔

سب سے پہلے مولانا حکیم سیالکوٹی نے حضرت شیخ احمد سرہندی کو مجدد الف ثانی کا خطاب دیا یہ ایک ایسی واضع اور روشن حقیقت ہے کہ اس کی صدائے بازگسٹ عالم اسلام میں سُنی گئی سب نے آپ کو مجدد الف ثانی تسلیم کیا اور ہر دور میں اسی خطاب سے یاد کیا جاتا ہے اور آپ کے تجدیدی کارناموں، عظمت و شوکت کا اطراف کیا ہے۔

حضرت محمد میاں صاحب اپنی کتاب علماء ہند کا شاندار ماضی میں تحریر فرماتے ہیں دین اسلام کے مقابلے میں جو شریعت وضع کی گئی مثلاً جو

چیزیں اسلامی تعلیمات کے بالکل صاف تھی ان کو حلال قرار دیا گیا جو اسلامی تعلیمات کے خلاف تھیں اُن کو حرام قرار دیا گیا۔[1]

ایسے حالات میں افسوس کی بات یہ ہے ان تمام چیزوں کو علماء سو نے فروغ دینے میں بڑا کردار ادا کیا۔ مناظر حسن گیلانی تحریر فرماتے ہیں:

"زعفران اور لال کپڑے کے جواز کا فتویٰ حاجی ابراہیم سرہندی نے دیا۔ بادشاہ کو سجدہ کرنے کا فتویٰ قاضی خان بدخشانی نے دیا اور عالم کابلی کو اس پر افسوس ہوا کہ یہ ان کے دماغ میں کیوں نہ آیا۔ داڑھی منڈوانے کی حدیث ملا ابو سعید نے نکالی اسلام کے ساتھ ہندو مذہب کا جوڑ، کلام پاک اور پر ان کی تطبیق شیخ تاج الدین دہلوی نے کی جو ملا عبداللہ سلطان پوری نے حج کے استقاط فرض کا فتویٰ دیا۔"[2]

غرض یہ آپ نے تبلیغ و اصلاح کے لیے مختلف رائے استعمال کیے اپ نے اطاعت نبوی کی پیروی کرتے ہوئے اپنے مریدین، خلفاء اور مکتوبات کے ذریعے اپنی تحریک کو آگے بڑھایا۔ آپ نے نعرہ بازی یا تقریروں کے سہارے انقلاب برپا نہیں کیا بلکہ فکری اور عملی اقدامات فرمائے۔

مختصر حالاتِ زندگی شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی:

شیخ احمد بن شیخ عبدالاحد آپ کا شجرہ مبارک ۲۹ واسطوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۹۷۱ھ میں سرہند شریف میں ہوئی۔ آپ بچپن میں ہی بہت سرخ و سفید تھے ایک مرتبہ کچھ بیمار ہوگئے اور کافی کمزور ہوگئے، آپ کی والدہ شریفہ بے چین ہوگئیں اور وقت کے کامل حضرت شاہ کمال کتھلی کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور دعا کی درخواست کی تو شاہ صاحب نے فرمایا مطمئن رہیں اس بچے کی عمر دراز ہوگی اور یہ عارف و کامل ہوگا اور ہمارے تمہارے جیسے اس کے دامن سے نکلیں گے۔ حضرت شاہ کمال نے حضرت مجدد کے متعلق آپ کے والد شیخ عبدالاحد کو بہت سی بشارتیں دیں۔ جب شاہ صاحب دنیا سے پردہ نشین ہوئے تو حضرت مجدد کی عمر آٹھ سال کے قریب تھی۔ حضرت مجدد نے بچپن میں ہی قرآن پاک پڑھ لیا اور بہت سے علوم عقلی و دینی اپنے والد محترم سے حاصل کیے۔ والد ماجد کے علاوہ دوسرے اساتذہ سے بھی استفادہ کیا جن میں مولانا کمال کشمیری، شیخ یعقوب اور قاضی بہلول سے حدیث و تفسیر کی کتابیں پڑھیں۔

تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مجدد آگرہ تشریف لے گئے وہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے حلقہ درس میں وقت کے نامور عالم شریک ہوتے تھے یہ اکبری دور حکومت تھا پایہ تخت ہونے کی وجہ سے آگرہ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ ہر علم و فن کے کاملین یہاں جمع ہوگئے تھے۔ قیام آگرہ کے ہی زمانے میں شیخ مبارک ناگوری کے بیٹے شیخ فیضی اور شیخ ابوالفضل سے حضرت مجدد کے مراسم ہوگئے تھے۔ یہ دونوں بھائی اکثر آیا جایا کرتے تھے۔ حضرت مجدد کو آگرہ میں خاصہ وقت گزر چکا تھا والد ماجد بڑی محبت فرماتے تھے۔ وہ آپ کی یاد میں ضعیف و بڑھاپے کے باوجود سرہند سے آگرہ پہنچے۔ حضرت شیخ عبدالاحد اپنے بیٹے کو اپنے ساتھ سرہند لے گئے راستے میں تھانے سر پہنچے تو وہاں کے رئیس شیخ سلطان کی لڑکی سے آپ کا نکاح ہوگیا۔ پھر یہ دونوں حضرات سرہند تشریف لے آئے۔ حضرت مجدد نے مختلف سلاسل طریقت میں سے اجازت و خلافت حاصل فرمائی۔ آپ نے سلسلہ سہروردیہ میں اپنے استاد حضرت شیخ یعقوب کشمیری، سلسلہ قادریہ میں سے حضرت شاہ سکندر، سلسلہ چشتیہ میں اپنے والد ماجد وار سلسلہ نقش بندیہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ سے اجازت و خلافت

حاصل فرمائی۔
حضرت مجدد اپنے والد ماجد کی حیات میں زیادہ تر سرہند شریف میں ہی رہے، اپنی کتاب "قبہ او معاد" میں لکھتے ہیں میں تمام علوم عقلی و نقلی اور عبادات کی عادت بھی اپنے والد محترم سے حاصل کی۔[3]
۱۰۰۷ھ میں آپ کے والد محترم کا انتقال ہوا۔ اگلے سال آپ زیارت حرمین شریفین حج بیعت اللہ کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ دوران سفر جب آپ دہلی پہنچے تو دہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہ سے ملاقات کی، آپ نے بڑی شفقت فرمائی۔ حضرت مجدد خواجہ باقی باللہ کے اس شفقانہ سے بہت متاثر ہوئے اور آپ کی صحبت میں کچھ دن گزارنے کا فیصلہ فرمایا۔ آپ تیس ماہ اور چند روز مقیم رہے اور قلیل وقت میں وہ کچھ حاصل کیا جو بہت سے طالبوں نے برسوں میں بھی نہ پایا۔ آپ خود بیان فرماتے ہیں اس درویش کو جب اس راہ کی لگن لگی تو اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائی اور یہ فقیر حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ذکر اسم ذات کی تعلیم فرمائی اور توجہ کی جس سے دل ہی دل میں بڑی لذت محسوس ہوئی اور شوق کی وجہ سے رقت طاری ہوگئی فیوض و برکات سے مالا مال ہو کر سلسلہ نقشبندیہ کی اجازت ملی اور آپ واپس سرہند شریف پہنچے کچھ عرصے کے بعد دوبارہ دہلی تشریف لے گئے اور شیخ کامل کے فیض سے مستفیض ہوئے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کی وفات کے بعد حضرت مجدد نے تبلیغ وارشاد اور اصلاح کا کام کچھ تیز کر دیا۔ اکبر کے جبر اور ظلم کی وجہ سے یہ کام کھل کر نہ کیا جاسکا۔ لیکن اکبر بادشاہ کے انتقال کے بعد آپ نے اس مشن کی تکمیل کے لیے پورے برصغیر میں اپنے مریدین کا جال بھیج دیا۔ آپ کی اصل جدوجہد کا زمانہ عہد جہانگیری کا زمانہ ہے اس کی تائید میں مولانا محمد منظور نومانی لکھتے ہیں۔
"شہنشاہ اکبر کا زمانہ حضرت مجدد کے لیے تیاری کا زمانہ تھا۔ ادھر اس کا انتقال ہوا اور جہانگیر تخت پر بیٹھا کہ آپ میدان میں اتر پڑے یہ بھی ہو سکتا تھا کہ آپ ملک کی سیاست میں شریک ہو کر، حکومت کا کوئی عہدہ اپنے ہاتھ میں لے کر کام کرتے، لیکن آپ نے بظاہر اپنے آپ کو سلطنت سے بلکل الگ تھلگ رکھا لیکن جہانگیر کے دربار کا شاید ہی کوئی ممتاز رکن ہوگا جس کے نام سے آپ کے خطوط نہیں ہیں۔ عبدالرحیم خان خاناں، قلیچ خان اکبری، خان جہاں لودھی، خان خاناں، مرزاداراب، خواجہ جہاں، خان اعظم اور سب سے زیادہ نواب سید مرتضیٰ عرف شیخ فرید وغیرہ ہم کے نام خطوط ہیں۔ ان تمام خطوط کا قدر مشترک صرف ایک ہی مقصد ہے کہ جس طرح ممکن ہو اس نقصان کی تلافی ہونی چاہئے جو اسلام کو اکبری عہد میں پہنچ گیا ہے۔"[4]
حضرت مجدد نے دین کا کام یوں تو قیام آگرہ سے شروع کیا تھا لیکن باقاعدہ آغاز خواجہ باقی باللہ سے بیعت کے بعد شروع کیا۔ عہد اکبری میں لاہور اور سرہند شریف میں رہ کر بڑی دوراندیشی کے ساتھ اپنے کام کو آگے بڑھایا۔ اکبر کی وفات کے بعد اس کے بیٹے جہانگیر کے دور میں برملا کوشش کا آغاز فرمایا۔ اور بہت سے مخالفتوں کے باوجود یہ اصلاحی تحریک دن بہ دن آگے بڑھتی گئی اور یہ بات جہانگیر کو ناگوار گزری۔ ۱۰۲۸ھ میں قلعہ گوالیار میں نظربند کیے گئے۔ یہ قید و رفاقت حضرت مجدد کی جہانگیر کے ساتھ خدائی حکمت سے خالی نہ تھی۔ آپ کی رفاقت نے جہانگیر پر مثبت اثرات مرتب کیے۔ بڑی شان و شوکت کے ساتھ قلعے گوالیار سے رہا جو کہ سرہند شریف لے گئے۔ وہاں

۲۹ سفر ۱۰۳۴ھ بروز ۲ شنبہ کے دن صبح کے وقت اپنی جان بارگاہ خداوندی کے سپرد کر دی۔ وصال کے وقت قبلہ رُخ بائیں کروٹ پر رخسار کے نیچے ہاتھ رکھے لیئے تھے جو لیٹنے کا مسنون طریقہ ہے جو آپ ﷺ کی سنت شریفہ سے مجاور نہ تھی۔ اتباع کے اس نقطے کو کبھی فراموش نہ کیا جو اختیار میں ہی نہ تھا۔

مکتوبات مجدد الف ثانی:

اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں انسانیت کی ہدایت کے لیے رہنمائی فرمائی۔ سب سے آخر میں آپ ﷺ کو کامل اور مکمل دین عطا فرما کر نبوت کا سلسلہ ختم فرمایا، اور ہر دور میں امتِ مسلمہ میں ایسے لوگ پیدا کیے جنھوں نے دین کی سربلندی کو قصہ حیات بنایا اسی سلسلے کی مضبوط کڑی حضرت مجدد کا وجود بھی ہے۔ آپ نے اپنے مکتوبات کے ذریعے زمانے کی ہواؤں سے دین پر پڑنے والے گرد و غبار کو جھاڑا اور اپنی جدوجہد سے اس کی رگوں میں تازہ خون دوڑایا۔ آپ کے مکتوبات سب سے بڑی علمی اور اصلاحی یادگار ہے۔ جن کے ذریعے آپ نے اصلاحی انقلاب برپا کیا۔

شیخ مجدد کی جدوجہد اور خدمات:

(۱) مسلمانانِ ہند کے افکار و نظریات کی اصلاح

حضرت مجدد نے عہد اکبری میں پیدا ہونے والی خرابیوں کا جائزہ لیا اور ان کے اسباب دریافت کیے پھر ان کی اصلاح کی پوری کوشش کی۔ ان خرابیوں میں تین اسباب نمایاں تھے، پہلا سبب عام اور خاص کا اتباع شریعت سے فرار تھا جس کی وجہ سے اغیار کے افکار و نظریات کی راہ ہموار کر دی جو مسلم معاشرے میں تیزی سے پھیل رہے تھے رفتہ رفتہ مسلمانوں کی رگوں میں بس گئے۔ آپ نے ان نظریات کے خلاف تحریری جہاد فرمایا دوسرا سبب صوفیہ اور ان کے زیر اثر عوام کو گمراہ کر دیا اور ان کی غلط تعبیر نے ایک قیامت برپا کر دی۔ آپ نے ان کا رد فرمایا۔ تیسرا سبب ان نام نہاد صوفیہ طریقت کے حصول کے لیے شریعت کی پابندی ضروری نہیں۔ اس کے علاوہ بہت سی ایسی رسومات و بدعات رائج تھیں۔ آپ نے ان بدعات سے سخت متنفر تھے جن میں کوئی حسن و جمال نہ تھا آپ نے قرآن و حدیث کے ذریعے ان کی اصلاح فرمائی۔

(۲) مغل حکمرانوں اور امراء کی اصلاح

حضرت مجدد مسلسل مغل بادشاہوں اور امراء وزراء کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے رہے۔ شیخ احمد نے مختلف درباری امراء اور سرداروں سے خط و کتابت کے ذریعہ تعلقات قائم کیے اور ان کی اصلاح احوال اور تعمیر کردار کی کوشش فرمائی۔ ایک مکتوب میں آپ "خان جہاں" کو لکھتے ہیں:

"آپ جانتے ہیں کہ بادشاہ روح کی مانند ہوتا ہے اور باقی انسان جسم کی مثال۔ اگر روح صالح ہوتی ہے تو جسم بھی صالح اور سالم ہوتا ہے اور اگر روح میں کوئی بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو سارا جسم اس بگاڑ کا شکار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بادشاہ کی اصلاح کو کوشش کرنا تمام انسانوں کی اصلاح کی کوشش کی مترادف ہے اور یہ اصلاح اسلامی تعلیمات کے اظہار سے ہو سکتی ہے اس طرح کہ جب بھی موقع ہاتھ آئے اہل سنت والجماعت کے

متعقدات کے موافق صحیح اسلامی تعلیمات بادشاہ کے کام میں ڈالی جائیں اور مخالفین کے مذاہب کی تردید کی جائے۔"[5]

(۳) جہانگیر کی تخت نشینی اور اسلامی قوانین کی بحالی:

اکبر بادشاہ کے دور میں جو مسائل الجھ گئے تھے ان الجھنوں نے پورے معاشرے کو الجھادیا تھا۔اکبر کی وفات کے بعد ان کے بیٹے جہانگیر جب تخت نشین ہوئے تو حضرت مجدد اکثر ان کی مجلس شاہی میں تشریف لے جاتے تھے وہ کوئی عام مجلس نہ تھی۔ حضرت مجدد کی صحبت سے نہ صرف بادشاہ بلکہ ان کے مقربین اور ان کی اولاد پر بھی آپ کی صحبت سے اُن پر حریت انگیز اثرات مرتب ہوئے۔ حضرت مجدد نے جہانگیر کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا تھا۔ فقراء کی دعا اسباب ظاہری سے زیادہ موثر ہے آج بادشاہ نے اس قول کی صداقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔آپ کے صبر واستقامت سے جو تکلیفیں پیش آئیں وہ دین ودنیا کی ترقی کا سبب بن گئیں۔

ان ترقیوں کی بناپر جہانگیر بادشاہ آپ کا مہربان ہوااور مخلصوں میں شامل ہو گیا۔ شاہجہان بادشاہ بچپن سے ہی آپ کے محب و معین رہے۔ آپ کی ہدایت پر مملکت میں بہت سی تبدیلیاں آئیں، سنی فقہ کو مملکت کا قانون قرار دیا گیا۔

(۴) علمائے سو کی اصلاح:

اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد کی عظمت و جلال اور محبت کچھ لوگوں کے دلوں میں ایسی ڈال دی جن کے ہاتھوں میں سلطنت کا نظام تھااور دربار شاہی میں رسوخ تھا آپ نے ان کی اصلاح فرمائی ان کے نظریات کو صحیح کر کے تعلیمات اسلامی کو اُن کے سامنے رکھااور پوری حکومت کی مشینری کو صحیح کیا جن کو بادشاہ خاص توجہ سے سنتا اور جانتا تھا۔ آپ نے دین کی تمام مہمات ضروری عقائد اور ارکان اسلام کو بڑی محنت اور خوش اسلوبی سے جمع فرمایااوران کی ذریعے علمائے سُو کی اصلاح فرمائی جن کا اندازہ حضرت مجدد کے مکتوبات سے لگایا جاسکتا ہے۔

(۵) بدعات اخرافات کا خاتمہ

شیخ احمد سرہندی کے عہد میں ہندو مسلم تہذیب کے ملنے اور اکبر کی لادینت کی وجہ سے مسلمانوں میں بھی بہت ہی بدعات و خرافات در آئی تھیں۔ڈاکٹر عبدالحق انصاری مکتوبات مجدد الف ثانی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"مسلم مرد و عورت غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں میں شرکت کرتے، اپنی مراد پانے کے لیے ان کے دیوی دیوتاؤں سے مدد مانگتے، عورتیں چیچک سے بچنے کے لیے ان کی پراتھنا کریں، دیوالی کے موقع پر مسلمان بھی ہندوؤں کی طرح دیئے جالتے، رنگ برنگے برتنوں میں دوستوں کے گھروں میں تحفے بھیجتے، عورتیں صوفی پیروں کے نام کے روزے رکھتیں، مختلف رسوم ادا کرتیں کہ مالدار ہونے کے باوجود مانگی ہوئی بھیک سے ہی افطار کرتیں اور پندرہ شعبان کی شب، رجب کی ستائیسویں شب، رجب کی پہلی جمعرات کا بہت اہتمام کیا جاتااور اجتماعی طور سے نفل پڑھنے کا اہتمام کیا جاتا تھا۔"[6]

شیخ مجدد نے ان بدعات کے قلع قمع کے لیے سنت نبوی کی تعلیم واشاعت اور پابندی پر خاص زور دیااور تمام افکار و نظریات اور عبادات کا قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لیا پھر ان تمام اختراعات کی شدت سے مخالفت کی جن کا عہد نبوی میں کوئی وجود نہیں تھا۔انہوں نے اس امر

کا مسلسل تبلیغ کی کہ بدعات در حقیقت پیغمبر اسلام پر بداعتمادی اور آپ ﷺ سے بغاوت کا نام ہے۔

(۶) شیخ احمد سرہندی کا اصل کارنامہ

شیخ احمد سرہندی کا سب سے اہم کارنامہ تصوف اور اہل تصوف کی اصلاح کرنا ہے۔ آپ تصوف کی تاریخ میں وہ پہلے عظیم صوفی ہیں جنہوں نے صوفیہ کے روحانی سفر کی حقیقت بیان کی، اس کے مختلف مراحل کی خصوصیات پر روشنی ڈالی اور اس کی اہمیت پر تفصیلی کام کیا۔ اسی طرح وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے خدا تک پہنچنے کے نبوی طریقے اور صوفی طریقہ میں امتیاز کیا اور مواخذہ کر کے طریق نبوت کی روشنی میں تبصرہ کیا۔ آپ نے وحدۃ الوجود کا فلسفہ کو ہدف تنقید بنایا اور اسلامی عقائد، اقدار و اعمال پر اس کے برے اثرات سے آگاہ کیا اور اس کی جگہ وحدۃ الشہود کا نظریہ پیش کیا جو شریعت سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔

مزید یہ کہ شیخ مجدد نے اسلامی نظام فکر و عمل میں تصوف کے مقام کو طے کیا، اس کے تمام تربیتی و عملی، عملی و فکری اور قدری و فلسفیانہ پہلوؤں کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے واضح کیا کہ ان میں سے کون سے افکار و نظریات، اعمال اور طریقے، رجحانات اور روایات قرآن و سنت سے ہم آہنگ ہیں اور کون ان کے برخلاف ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اور اپنے اصحاب کے تزکیہ نفس، انسان سازی اور تقریب الی اللہ کا کون سا طریقہ اختیار کیا تھا، بعد کے ادوار میں صوفیہ نے ان مقاصد کو کس نقطہ نظر سے دیکھا اور ان کے حصول کے لیے کون سا طریقہ اختیار کیا اور اب صوفی طریقہ فکر و عمل کو نبوی طریقے سے قریب کرنے اور قرآن و سنت کے حدود میں رکھنے کے لیے کیا کیا جانا چاہئے۔

(۷) تصوف اور اہل تصوف کی اصلاح

حضرت مجدد کے دور میں صوفیہ، وجودی صوفیہ اور صوفیہ کرام میں بے شمار خرابیاں پیدا ہو گئیں تھیں۔ جنہیں آپ نے صوفیہ فام سے تعبیر کیا تھا۔ صوفیہ میں سماع، وجد، رقص و سرو اور نغمہ عام تھا، جشن میلاد النبی بھی خوب دھوم دھام سے منایا جاتا تھا۔ ۲۷ خود شیخ مجدد کے پیرزادے بھی جمعرات کے دن قوالی میں شرکت کو معیوب نہیں سمجھتے تھے۔

صوفیہ کرام کی اخلاقی بلندی کہاں تک پہنچی ہوئی تھی اس کا اندازہ شیخ احمد سرہندی کے اس مکتوب سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

"صوفیوں میں کچھ حضرات ایسے بھی ہیں جو حسین و جمیل صورتوں اور دلکش گانوں میں گرفتار ہیں، یہ خیال کر کے کہ یہ حسن و جمال تو حضرت واجب الوجود سے مستعار ہے اور وہی ان صورتوں اور پیکروں میں نمایاں ہوا ہے اور اپنی اس گرفتاری کو اچھا و پسندیدہ خیال کرتے ہیں بلکہ اسی کو رسائی حق سمجھتے ہیں۔ [7]

آپ نے تصوف کی ان تمام بدعات و خرافات کی اصلاح کی اور سماع ور قص اور سرد ر د نغمہ کے سلسلے میں فرمایا:

"سماع ور قص فی الحقیقت 'لہو و لعب' میں داخل ہیں، اور اس کی حرمت کے بارے میں آیتیں، حدیثیں اور فقہی روایات اس کثرت سے ہیں کہ اس کا شمار بھی مشکل ہے۔ کسی زمانہ میں بھی کسی فقیہ نے سرور ور قص کا جواز کا فتویٰ نہیں دیا ہے، اور صوفیوں کا عمل حلت و حرمت میں کوئی سند نہیں۔ یہی بہت ہے کہ ہم ان کو معذور رکھیں اور ملامت نہ کریں اور ان کے معاملہ کو حق تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔ یہاں تو امام ابو حنیفہ،

امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول معتبر ہے، نہ کہ ابو بکر شبلی اور ابو حسن نوری کا عمل۔ اس زمانے کے کچے صوفی اپنے پیروں کے عمل کا بہانہ بنا کر سرور و رقص کو اپنا دین و مذہب بنائے ہوئے ہیں اور اس کی اطاعت و عبادت سمجھتے ہوئے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنا دین لہو و لعب بنالیا ہے۔"[8]

فرائض و سنن کے مقابلے میں ذکر و فکر کو زیادہ اہمیت دی جاتی تھی، آپ نے اسے ناپسند فرمایا اور اس صورتحال پر ایک جگہ لکھا:

"کچے صوفی ذکر و فکر کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور فرائض و سنتوں کے متعلق سہل نگاری برتتے ہیں۔ چلے اور مختلف ریاضتیں انہوں نے خود اپنے لیے اختیار کی ہیں، جن کی وجہ سے جمعہ اور جماعت کو ترک کر بیٹھے ہیں۔"[9]

عہدِ مجدد میں بعض جاہل صوفیہ طریقہ سنت و شریعت سے ہٹ کر ریاضتیں اور مجاہدے کرتے تھے اور اسی کو وصول الی اللہ کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ آپ نے اس کی سختی سے مخالفت کی اور فرمایا:

"طریقہ سنت سے ہٹ کر جو ریاضتیں اور مجاہدے لوگ کرتے ہیں ان کا کچھ وزن و اعتبار نہیں۔ ایسی ریاضتیں یونان کے فلسفی اور ہندوستان کے برہمن اور جوگی بھی کرتے ہیں لیکن سوائے گمراہی اور خسارہ کے ان کو ان سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔"[10]

صوفیہ کرام ہندو عقائد سے اس حد تک متاثر ہو چکے تھے کہ وہ بھی 'تناسخ' کے قائل ہو چکے تھے۔ چنانچہ حضرت مجدد لکھتے ہیں:

"ان بے دینوں میں بعض لوگ وہ بھی ہیں جنہوں نے زبردستی شیخی کی مسند پر قبضہ جمالیا ہے۔ یہ تناسخ (آواگون) کے قائل ہیں۔ خیال کرتے ہیں کہ جب تک آدمی کی روح اپنے کمال کو حاصل نہیں کرتی ایک بدن سے دوسرے بدن میں چکر کاٹتی رہتی ہے اور جب کمال کے آخری نقطہ تک اس کی رسائی ہو جاتی ہے تو اس وقت اس چکر بلکہ سرے سے بدن ہی سے بے تعلق ہو جاتی ہے۔"

مزید یہ کہ 'سلب نسبت' کا نظریہ پیدا کیا گیا تھا، جس کا مطلب یہ تھا کہ مرید کے تمام دینی و دنیوی اب صرف پیر کی توجہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اس کو فروغ دینے کے لیے طرح طرح کے من گھڑت قصے مشہور کیے گئے۔ اسی لیے پیروں کے بارے میں یہ تصور عام تھا کہ ان کے اندر ایسی روحانی قوت ہے کہ اگر وہ کسی سے ناراض ہو جائیں تو اسے روحانی ارتقاء سے محروم کر سکتے ہیں۔ اور اگر کسی سے راضی ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ سے اس کے گناہ بھی بخشوا سکتے ہیں۔

صوفیہ کرام کے زوال کا یہ عام عالم تھا کہ نقشبندیہ طبقہ جس کا سارا مجاہدہ اور ریاضت صرف اتباع شریعت کے ساتھ محدود تھی وہ بھی بدعات و خرافات سے نہ بچ سکے۔ آپ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اپنی کوتاہ نظری سے اس سلسلہ نقشبندیہ کے بعض لوگوں نے بھی اس 'طریقہ علیہ' میں اختیار کر لیا ہے۔ اس بدعت کے ارتکاب سے چاہتے ہیں کہ عام لوگوں کے قلوب کو اپنی طرف مائل کریں اور اپنے اس فعل کو وہ اپنے خیال میں اس طریقہ کی تکمیل کا ذریعہ گمان کرتے ہیں۔"[11]

شیخ مجدد نے شریعت کے تابع بنایا:

عہدِ مجدد میں شریعت اور طریقت کی بخشیں عام تھیں۔ گمراہ کن صوفیہ کرام شریعت کو "ظاہر پرستوں" کا کھولنا سمجھتے تھے اور انہوں نے "طریقت و حقیقت" کے مقدس ناموں سے اپنی ایک الگ دنیا بنا رکھی تھی جس میں آدمی خدا بھی بن سکتا ہے اور خدا کا بیٹا بھی اور "عارف و کامل" بننے کے باوجود ہر گناہ اور لذت نفس ہر طریقے سے لطف اندوز ہو سکتا تھا۔[12]

تصوف میں زوال کی وجہ سے شریعت اور طریقت میں تفریق پیدا کر دی گئی تھی۔ ارباب معرفت و سالکین راہِ طریقت کے لیے ظاہر شریعت کا اتباع ضروری نہیں سمجھتے تھے اور وہ اپنے اعمال کی بنیاد انہیں پر رکھتے تھے، خواہ وہ شریعت سے متصادم ہی کیوں نہ ہو۔ آپ نے اس گمراہ کن نظریہ پر کاری ضرب لگائی اور اسے اسلام کی روح کے مناقی قرار دیا۔ چنانچہ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"مرشد یا پیر طریقت وہ ہے جو مرید کو انابت الی اللہ کو ترغیب دے اور اس تک پہنچنے کا راستہ دکھائے۔ شریعت کا مقصود یہ کہ نفس امارہ کی خواہشات مغلوب ہو جائیں۔ لٰہذا جو شخص اپنے نفس کو مغلوب کرنے کا خواہاں ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ شریعت کی پابندی کرے۔ جو شخص جس قدر اتباع شریعت کی پابندی کرے گا اسی قدر خواہشات نفس سے دور ہو تا جائے گا کیوں کہ نفس پر اتباع شریعت سے بڑھ کر گراں کوئی چیز نہیں ہوتی۔ جو ریاضتیں اور مجاہدے اتباع شریعت کے مطابق نہیں ہیں وہ نہ قابل اعتبار ہیں نہ مفید ہیں۔"[13]

وعدت الوجود کی تردید اور وحدۃ الشہود پر زور:

تصوف میں توحید کے چار معنی بتائے گئے ہیں۔ اول خدا کی وحدانیت پر ایمان لانا، دوم اسی عقیدے کے مطابق خارجی و داخلی زندگی کی تعمیر، سوم ذات باری تعالیٰ کے ساتھ جمع و اتحاد، چہارم روحانی مکاشفات و تجربات کی روشنی میں حقیقت کی فلسفیانہ اور متصوفانہ تشکیل۔ تصوف کی بعد کی کتابوں میں توحید کے تیسرے معنی کے لیے توحید شہودی کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس کے معنی صوفی کو اپنے روحانی تجربے میں صرف ایک ہی وجود کے شہود ہونے کے ہیں۔ یہ کیفیت جمع کی آخری منزل ہے۔ چوتھے معنی میں توحید کے لیے توحید وجودی یا وحدۃ الوجود کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ توحید وجودی یا وحدۃ الوجود کی سب سے زیادہ قوی اور مفصل تشکیل ابن عربی نے کی ہے۔ اس لیے اسے ابن عربی اسے منسوب کر دیا گیا۔ ابن عربی کا یہ فلسفہ دو مقدمات پر مبنی ہے۔ اول یہ کہ خارج میں صرف ایک ہی ذات موجود ہے اور دوم یہ کہ کائنات میں جو بے شمار چیزیں نظر آتی ہیں، وہ ذات واحد کے مظاہر اور اشکال کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

بطال صوفیوں نے اسی "وحدۃ الوجودا"، "وحدۃ الوجود" کے نظریہ پر "اتحاد و حلول" کے عقیدے کی بنیاد رکھی اور پھر اس ایک اصل سے نہ معلوم گمراہیوں کی کتنی شاخیں نکلیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہر محمول کا موضوع خدا ہے، خدا ہی عالم ہے خدا ہی معلوم ہے، وہی قادر اور وہی مقدور، وہی مرید اور وہی مراد۔ اچھے برے تمام اعمال کا صدور اسی سے ہوتا ہے۔ ہر طرح کے عقیدے کو ماننے والا بھی وہی ہے۔ اچھے برے تمام اعتقاد بھی وہی کرتا ہے۔ ایسے ہی سارے اعمال، تجربات، احساسات اور انکار و عقائد اسی کے ہیں۔ (معاذ ناللہ)

شیخ مجدد نے اس کو قرآن و سنت کے خلاف بتایا اور بلا خوف و خطر اسے الحاد اور زندقہ قرار دیا۔ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"ممکن کو عین واجب کہنا اور اس کے افعال وصفات کو بعینہا حق تعالیٰ کے افعال وصفات قرار دینا سخت بے ادبی بلکہ اللہ عزوجل کے اسماء و صفات میں الحاد ہے۔"[14]

شیخ مجدد الف ثانی کے نزدیک تصوف کی تاریخ میں نظریہ وحدۃالوجود ایک نئی چیز ہے۔ابن عربی سے قبل اسے کسی نے بھی پیش نہیں کیا تھا۔ اس سے قبل صرف توحید شہودی تھی، نہ کہ توحید وجودی اور اس نظریہ کو انبیاء کرام کے بیان کردہ تصور توحید کے منافی قرار دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ یہ اسلام کے بہت سے بنیادی اصولوں سے مقادم ہے۔ مثلاً یہ نظریہ بت پرستی کے لیے جواز فراہم کرتا ہے چوں کہ یہ نظریہ کائنات کو خدا کا عین قرار دیتا ہے، اس لیے کائنات کی کسی بھی چیز کی عبادت عین خدا کی عبادت قرار پاتی ہے باشرط یہ کہ اس کی عبادت مظہر خداوندی سمجھ کر کی جائے۔ عام طور پر بت پرست بھی اپنے معبودوں کی عبادت خدا کا مظہر سمجھ کر ہی کرتے ہیں۔ آس پاس نظریہ بر تنقید کرتے ہوئے یہ بھی کہتے ہیں کہ اس سے انسان کا ہر غلط عقیدہ اور ہر برا فعل اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو جاتا ہے۔ انسان کے اختیار اور ارادے کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور کچھ ارادع کی اہدیت لازم آتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس نظریے کے مطابق ہر چیز خیر بن جاتی ہے۔ کوئی چیز خواہ کتنی ہی بری کیوں نہ ہو وہ خیر مطلق کا ظہور ہے، اس لیے وہ بھی خیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے قائمین کفر والحاد کہتے ہیں۔

شیخ مجدد الف ثانی نے وحدۃالوجود کی جگہ وحدۃالشہود کا نظریہ پیش کیا جو آپ کے نزدیک توحید نبوی کے مطابق ہے اور صوفیہ کے مشاہدے وجود واحد کے شہود سے بھی پوری طرح ہم آہنگ ہے۔ اس کی رو سے صوفی کو اپنے تجربے میں جو وحدت نظر آتی ہے، وہ صرف مشاہدے کی چیز ہے، نہ کوئی معروضی حقیقت۔ آپ کے فلسفے کا بنیادی تصور یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کائنات سے بالکل مختلف اور کلیتاً غیر ہے۔ کائنات کسی معنی میں خدا کے ساتھ متحد نہیں ہے، وجود کے معنیٰ میں تو قطعاً اشتراک نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کا وجود ایک وجود ہے اور کائنات کا وجود بلکل دوسرا وجود ہے۔[15]

شیخ احمد نے (توحید وجودی) وحدۃالوجود (اور توحید شہودی) وحدۃالشہود میں فرق کرتے ہوئے لکھا:

"توحید شہودی صرف ایک ذات کے مشاہدے کا نام ہے، یعنی یہ کہ سالک کے مشاہدے میں ایک ذات کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں توحید وجودی اس اعتقاد کا نام ہے کہ خارج میں صرف ایک ہی ذات کا وجود ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور رشتے وجود نہیں رکھتی اور یہ کہ تمام اشیاء باوجود غیر موجود ہونے کے ایک ہی وجود کے مظاہر اور اشکال ہیں"۔[16]

آپ وحدۃالشہود پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"فنا کے حصول کے لیے توحید شہودی ہی کافی ہے اور اس کے ذریعہ بھی وہ اخلاص حاصل ہوتا ہے جو صوفیہ کے سلوک کی غایت ہے۔ جب کہ وحدۃالوجود کے راستے سے سالک کے گم ہونے کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے۔ ایسے لوگ دریا کو چھوڑ کر قطروں کے پیچھے بھاگتے ہیں، حقیقت کو چھوڑ کر محض سراب اور اظلال کے پیچھے سر گرداں رہتے ہیں۔ مجھے اس حقیقت کا ادراک اپنے ذاتی تجربے سے حاصل ہوا ہے۔"[17]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وحدۃالوجود اور وحدۃالشہود میں تطبیق دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ ابن عربی کے نظریے کو بنیادی طور سے صحیح

سمجھتے تھے لیکن اس نظریہ کے ایک پہلو جس سے خدا تعالیٰ کی وحدانیت متاثر ہوتی تھی، اس سے اتفاق نہیں رکھتے تھے۔[18]

ان کا خیال تھا کہ اس کمی کو بعض تصورات کی نئی تشریح سے دور کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح آپ شیخ مجدد کے فلسفہ وحدۃ الشہود کے دو بنیادی تصورات، "نظریہ عدم" کو لاشئ کہہ کر اور دوسرا بنیادی تصور ظل کو استعارہ کہہ کر رد کیا کردیتے ہیں کہ دونوں کے درمیان اختلاف صرف جزئیات میں ہے، بنیادی مسلمات میں دونوں متفق ہیں۔[19]

بدعت حسنہ وسیئہ کی بحث:

حضرت مجدد الف ثانی بدعت حسنہ وسیئہ میں کوئی تفریق نہیں کرتے۔ آپ کے نزدیک دین میں ہر اضافہ بدعت ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ اس عہد کے علماء سونے اس کی آڑ میں اپنی خواہشات نفس کو جزو دین بنا رکھا تھا جو آپ کی نظر میں سخت خطرناک تھا۔ اس لیے آپ اس نظریے کے ہی خلاف ہو گئے چنانچہ خواجہ مفتی عبدالرحمٰن کابلی کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"یہ فقیر حق سبحانہ تعالیٰ سے نہایت عجز و گزاری کے ساتھ دعا کرتا ہے کہ دین میں جو نئی باتیں کی گئی ہیں ور جو بدعتیں ایجاد کی گئی ہیں جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے خلفاء کے زمانے میں موجود نہ تھی۔ اگرچہ وہ روشنی میں سفید صبح کی طرح ہوں پھر بھی اس ناتواں کو ان سے محفوظ رکھے اور ان میں مبتلا نہ کرے۔ کہتے ہیں کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں، حسنہ وسیئہ۔ یہ فقیر ان بدعات میں سے کسی بدعت میں حسن و نورانیت نہیں دیکھتا اور بجز ظلمت و کدورت کے ان میں کچھ نہیں محسوس کرتا۔ سرکار نبی آدم ﷺ نے فرمایا ہے جو ہمارے دین میں ایسی بات ایجاد کرے جو اس میں نہیں ہے تو وہ چیز مردود ہے۔ پس جو چیز مردود ہو گئی اس میں حسن کیسا۔"[20]

حضرت شیخ مجدد کا کہنا تھا کہ ہر قسم کی بدعت، اعمال کی انجام دہی کے مطلوبہ طریقوں میں تبدیلی کرتی ہے اور سنت کو ہٹا کر اس کی جگہ لے لیتی ہے۔ آپ اپنے مرید کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

"تم نے پوچھا ہے کہ میں ذکر جہری کو کیوں منع کرتا ہوں اور بدعت کہتا ہوں جب کہ اور بہت سی دیگر اشیاء کو منع نہیں کرتا جو عہد نبوی میں نہیں تھیں جیسے فرضی لباس اور پانجامہ وغیرہ۔ اس بات کو یاد رکھو کہ رسول اللہ ﷺ کے اعمال دو طرح کے تھے، کچھ تو عبادات کے قبیل سے تھے اور کچھ عرف عادات یا رسول ورواج کے قبیل سے۔ جو اعمال آپ نے بطور عبادت کیے تھے، ان میں مداخلت بدعت ہے۔ اس کی سختی سے مخالفت ہونی چاہئے کیوں کہ یہ دین میں اضافہ ہے۔ البتہ جو کام آپ ﷺ بطور عرف وعادت کیے ہیں، ان میں تبدیلی بدعت نہیں کہلائے گی اس لیے کہ ان کا تعلق دین سے نہیں ہے۔"[21]

حضرت مجدد الف ثانی کی انہیں اصلاحی کوششوں اور کارناموں کی وجہ دنیا یاد کرتی ہے اور اپنوں کے سوا غیروں نے بھی آپ کو خراج عقیدت پیش کیا۔

Dr. Arnold کی کتاب "Preaching of Islam" میں لکھا ہے:

"شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں ایک سنی عالم شیخ احمد مجدد نامی تھے جو شیعی عقائد کی تردید میں خاص طور سے مشہور تھے۔

شیعوں کو اس وقت دربار میں رسوخ حاصل تھا۔ ان لوگوں نے کسی بہانہ سے انہیں قید کرادیا۔ دو برس وہ قید میں رہے اور اس مدت میں انہوں نے اپنے رفقائے زنداں سے سیکڑوں بت پرستوں و حلقہ بگوش بنالیا۔"

مجدد صاحب نے تصوف کی اصلاح کی بہت کوشش کی، اس میں کسی حد تک کامیاب بھی ہوئے، لیکن ان کی تحریروں میں کچھ باتیں قرآن و سنت سے ٹکراتی ہیں۔

اکابرین نے بدعت حسنہ کے انکار کو حضرت مجدد الف ثانی کا ایک بڑا کارنامہ قرار دیا۔ لیکن سید عروج قادری نے اس پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ، مجھے معلوم کہ علمائے حق میں وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے بدعت شرعی اصطلاحی کی دو قسمیں، بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ قرار دیں۔ مجدد صاحب نے بھی ان میں سے کسی کا نام نہیں لیا ہے۔ جن علمائے حق نے بدعت کی تقسیم کی ہے انہوں نے محض لغوی معنٰی ہی کے لحاظ سے کی ہے۔ کوئی صاحب علم مسلمان اس کی جرائت نہیں کر سکتا کہ بدعت شرعی کی دو قسمیں "حسنہ اور سیئہ "قرار دے۔ باقی رہی لغوی معنٰی کی حیثیت سے بدعت کی تقسیم تو اس کی سب سے بڑی دلیل نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے، جس میں "بدعت ضلالتہ "کی ترکیب استعمال کی گئی ہے:

"اور جس نے بدعت ضلالہ ایجاد کی جس کو اللہ اور اس کے رسول پسند نہیں کرتے تو اس پر ان لوگوں کے مثل گناہ عائد ہوں گے جنہوں نے اس بدعت پر عمل کیا اور ان لوگوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔"[22]

مسلم شریف کی ایک حدیث میں "سنت "کی دو قسمیں "حسنہ اور سیئہ "قرار دی گئی ہیں:

"اور جس نے دین اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالا پھر اس پر عمل کیا گیا تو اس پر ان لوگوں کے مثل اجر لکھا جائے گا جنہوں نے اس پر عمل کیا اور ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے دین اسلام میں کوئی برا طریقہ نکالا پھر اس پر عمل کیا گیا تو اس کے لیے ان لوگوں کے مثل وزن لکھا جائے گا جنہوں نے اس پر عمل کیا اور ان لوگوں کے وزن میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔[۲۳]

جس چیز کو اس حدیث میں سنت سیئہ کہا گیا ہے اسی چیز کو ترمذی کی حدیث میں بدعت ضلالتہ کہا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب حدیث میں "بدعتہ ضلالتہ " کی ترکیب استعمال کی گئی ہے اور جب حدیث میں "سنت " کی دو قسمیں "حسنہ اور سیئہ "قرار دی گئی ہیں تو بدعت کی دو قسمیں "حسنہ اور سیئہ "کیوں نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے کہ بدعت ضلالت کی ترکیب لغوی ہی معنٰی کے لحاظ سے ہے اور سنت کی تقسیم حسنہ اور سیئہ میں لغوی ہی معنٰی کے لحاظ سے ہے۔ اسی طرح جن لوگوں نے بدعت کی دو قسمیں حسنہ اور سیئہ قرار دی ہیں وہ لغوی معنٰی ہی کی حیثیت سے قرار دی ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ کسی عالم دین نے بدعت ضلالت کو حسنہ قرار نہیں دیا ہے اور لغوی معنی کی حیثیت سے بدعت کی تقسیم کا انکار صریحاً غلط ہے۔

ایسے ہی حضرت مجدد کا نظریہ "وحدۃ الشہود "جس ہر سید عروج قادری نے تنقید کرتے ہوئے لکھا:

"مجدد صاحب نے وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کی دلیل خود ان کے "کشف و شہود " کے سوا کچھ نہیں ہے،

لیکن جب دلیل کشف و شہود ہے تو کسی ایک بزرگ کے کشف و شہود کو کسی دوسرے بزرگ کے کشف و شہود پر ترجیح کیوں ہوگی۔ جو لوگ جس بزرگ کے مرید و عقیدت مند ہوں گے وہ اسی بزرگ کے کشف و شہود کو ترجیح دیں گے۔ دوسری بات یہ کہ جو لوگ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کے اختلاف کو نزاع لفظی قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک وحدۃ الوجود کے انکار کی کیا وقعت ہوگی۔ تیسری بات یہ کہ جب وحدۃ الشہود کا قول مجدد صاحب کے زمانے سے پہلے موجود ہے تو مجدد صاحب کا کام اس کے سوا اور کیا ہے کہ انہوں نے اپنے رنگ میں اس کی تشریح کی ہے"۔[24]

مگر احیائے سنت اور رد بدعات کی یہ سعادت حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے حصے میں آئی۔ مولانا ابو الکلام آزاد (م ۱۳۷۸ھ) نے بڑے موثر انداز میں ان حالات کا تجزیہ کیا اور حضرت مجدد کے عظمت کردار کو اجاگر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

ملک کا مالک شریعت سے بیگانہ محض اور اصل حقیقت ایک قلم معدوم، صرف خانقاہوں اور سجادہ نشینوں کے سلسلوں کے جال میں پوری اقلیم جکڑ بند تھی۔ دوسری طرف عہد اکبری کی بدعات، تخت و تاج حکومت کے زور سے ہر طرف پھیل چکی تھیں اور علمائے ثواور مشائخ دنیا پرست، خود ان کے احداث و اشاعت کے نقیب تھے، کون تھا اس وقت امان و عافیت کے مدرسوں، سلطانی فرمانروائی کی خانقاہوں سے نکلتا اور دعوت و اصلاح کی امتحان گاہوں میں قدم رکھتا اور پھر نصرت الٰہی کے لشکروں اور نفوذ باطنی کے سامانوں سے ایسا مسلح ہوتا کہ نہ شہنشاہ ہند کا تاج و تخت اس کی راہ روک سکتا اور نہ وقت کی حکمرانی و فرمانروائی اس کے سلطان حق و سطوت الٰہی پر غالب آسکتی۔[25]

دور حاضر کے مسائل اور اس کا حل:

اگر ہمارے معاشرے میں اصلاح کا یہی طرز اپنا جائے، ہمارے واعظین و مقررین مصلحین و قائدین (چاہے وہ حکومتی سطح کے ہوں یا عوامی سطح کے) جو ہمارے معاشرے اور معاشرے کے افراد کے لیے نمونہ ہیں وہ اس ڈگر کو اپنا لیں اور ہمارا نوجوان طبقہ جو معاشرے کا اہم عناصر اور معاشرے کی ریڑھ کی ہڈی کہا جاتا ہے، وہ اس میدان میں آگے آئے اور اصلاح کے ہر کام کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہمہ تن متوجہ ہو جائے اور اپنی ذات سے اصلاح کو قبول کرنے لگے، تو جلد ہی ان شاءاللہ ہمارے معاشرے کی کایا پلٹ جائے گی۔ ہمارے معاشرہ واقعی چین و سکون کا گہوارہ بن جائے گا اور حقیقی اسلامی معاشرہ کہلانے کا مصداق ہو جائے گا اور معاشرے میں صالح انقلاب آئے گا جو قرآن اول کی یاد تازہ کر دے گا۔

مراجع و حواشی

1. سید محمد میاں، "علمائے ہند کا شاندار ماضی"، کتابستان ایم برادرس، گلی قاسم جان، دہلی اشاعت دوم 1990ء، جلد: ا، ص ۳۲۰ تا ۳۷

2. الفرقان مجدد الف ثانی نمبر، مولانا مناظر احسن گیلانی، "الف ثانی کا تجدید کارنامہ"، ص۔ ۱۴۶ تا ۱۴۹

3. شیخ مجدد، "مبدا معاد"، مطبع انصاری، دہلی، ص۔ ۴

4. محمد منظور احمد نعمانی، "تذکرہ مجدد الف ثانی"، الفرقان بک ڈپو، لکھنؤ، 1998ء، ص۔ ۹۵ تا ۹۶

5. مکتوب ۶۷، دفتر دوم، ص۔ ۱۳۵
6. ڈاکٹر محمد عبدالحق انصاری، "تصوف اور شریعت مجدد الف ثانی کے افکار کا مطالعہ"، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، 2008ء، جلد: ۱، ص ۴۳
7. مکتوب ۲۳۲
8. مکتوب ۲۶۶، دفتر اول، ص۔ ۳۳۵
9. مکتوب ۶۱، جلد: ۱، ص ۲۹۷ تا ۳۵۶
10. مکتوب ۲۲۱، دفتر اول، ص۔ ۲۳۶
11. مکتوب، ۱۳۱
12. تذکرہ مجدد الف ثانی، ص ۱۴۳
13. مکتوب ۹۵، (دفتر دوم)
14. مکتوب ۱، دفتر دوم
15. تصوف اور شریعت، جلد: ۱، ص۔ ۱۴۳
16. مکتوبات، جلد: ۱، م ۴۳، ص۔ ۱۴۸
17. مکتوبات، جلد: ۱، م ۲۷۲، ص ۶۵۴، م ۴۳، ص۔ ۲۴۷
18. شاہ ولی اللہ، "فیوض الحرمین"، ص۔ ۴، التقی
19. التفہیمات الالھیتہ، جلد: ۲-۴، ص ۲۶۳
20. مکتوب ۱۸۶، دفتر اول
21. مکتوبات، جلد: ۱، م ۲۳۱، ص۔ ۴۸۱
22. ترمذی شریف، ابواب العلم، باب الاخذ بالسنت ہو اجتناب البدعتہ
23. صحیح مسلم، جلد، کتاب العلم باب من سن سنتہ حسنتہ الخ
24. سید احمد عروج قادری، "تصوف اور اہل تصوف"، مرتب ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی، حرا پبلی کیشنز، اردو بازار لاہور، 1992ء، ص۔ ۲۹۴ تا ۲۹۹
25. مولانا ابوالکلام آزاد، "خطباتِ آزاد" مکتبہ جمال لاہور، 2007ء، ص۔ ۷۹

References

1. Syed Muhammad Miyan, "Ulma-e-hind ka shandar mazi", Kitabistan M. Brothers, Gali Qasim Jaan, Delhi, Ishaiat 2, 1990, Vol: 1, p 20 to 37.
2. Al-Furqan Mujadad Alif Sani Number, Molana Manazir Ahsan Gelani, "Alif Sani ka Tajdeed Karnama", p 146 to 149.
3. Shaikh Mujadad, "Mubda Maad", Mateei Ansari, Delhi, p. 4.
4. Muhammad Manzoor Ahmed Noumani, "Tazkira Mujadad Alif Sani", Al-Furqan Book Depo, Lakhnow, 1998, p 95 to 96.
5. Maktoob 67, Duftor 2, p. 135.
6. Dr. Muhammad Abdul Haq Ansari, "Tasawf aur Shariat Mujadad Alif Sani Ke Afkar ka Mutalia", Markazi Maktaba Islami Publications, New Delhi, 2008, Vol: 1, p. 43.
7. Maktoob 232.

8. Maktoob 266, Dufter 1, p. 335.
9. Maktoob 61, Vol: 1, p. 297 to 356.
10. Maktoob 221, Dufter 1, p. 236.
11. Maktoob 131.
12. Tazkirah Mujadad Alif Sani, p. 143.
13. Maktoob 95, (Dufter 2).
14. Maktoob 1, Dufter 2.
15. Tasawf aur Shariat, Vol: 1, p. 143.
16. Maktoobat, Vol: 1, m 43, p. 148.
17. Maktoobat, Vol: 1, M 272, p 654, M 43, p. 247.
18. Shah Waliullah, "Fayooz ul Haramain", p. 4, Al-Tafi.
19. Al-Tafhimat Alahiya, Vol: 2-4, p. 263.
20. Maktoob 186, Dufter 1.
21. Maktoobat, Vol: 1, M 231, p. 481.
22. Tirmizi Sharif, Abwab Al-Ilm, Bab al Akhaz bil sunat hoo Ajtanab al Bidaat.
23. Sahi Muslim, Vol, Kitab al Ilm, Bab Maan Saan Sunat Hasanat Alakh.
24. Syed Ahmed Urooj Qadri, "Tasawf aur Ahle Tasawf", Muratib Dr. Razi Islam Nadvi, Hira Publications, Urdu Bazar Lahore, 1992, p. 294 to 299.
25. Moulana Abu Al-Kalam Azad, "Khutbat Azad", Maktaba Jamal Lahore, 2007, p. 79.